رکعاتِ تراویح بیس یا آٹھ.....!

مولانا احسان اللہ احسان

حق جل مجدہٗ نے اس اُمتِ محمدیہ پر اپنے بے پناہ احسانات میں سے ایک احسان رمضان المبارک کی صورت میں بھی فرمایا اور پھر اس ایک احسان میں اللہ جل جلالہٗ کے اَن گنت احسانات اور انعامات چھپے ہوئے ہیں، جن کا شمار ہم جیسے ضعفاء کے بس سے باہر ہے۔ خود قرآن کریم ہی کی گواہی ہے: ''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا .'' (ابراہیم:۳۴)..... ''اللہ کی نعمتوں کو اگر گننا چاہو تو تم نہیں گن سکتے۔'' عجیب بابرکت و باعظمت مہینہ ہے، گویا عالمِ روحانیت کا موسمِ بہار ہے۔ اس ماہ مبارک میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر کردیا جاتا ہے۔ کتنے خوش بخت وخوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان المبارک میں اپنی زندگی کے لمحات کو قیمتی بنالیتے ہیں اور کثرتِ عبادت وتلاوت میں مشغول ہوجاتے ہیں، مگر آہ! کچھ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو بجائے کثرت کے قلت کی طرف کھینچنے لگتے ہیں اور بزعمِ خود وہ اس بات کو کارِ خیر بھی سمجھتے ہیں:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

رمضان المبارک میں دن کا روزہ فرض اور رات کی تراویح مسنون ہے، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد منقول ہے:

''جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلَةٍ تَطَوُّعًا.'' (مشکوٰۃ، ص:۱۷۳)

''اللہ تعالیٰ نے اس کے (دن کے) روزہ کو فرض اور رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا۔''

ایک اور روایت میں ہے:

''وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ.'' (نسائی، ج:۱، ص:۲۳۹)

''میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت بنایا ہے۔''

تراویح عہدِ نبوی میں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دورِ مبارک میں تراویح کی ترغیب بھی ارشاد فرمائی اور اس کی فضیلت بھی بہت بیان فرمائی، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ’’جس نے رمضان کا روزہ رکھا، ایمان اور ثواب کی نیت سے اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے رمضان مبارک میں قیام (تراویح) کیا، اس کے بھی سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔‘‘ (مشکوٰۃ، ص:۱۷۳)

ایک اور حدیث میں ہے:

’’إِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْکُمْ صِیَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ، فَمَنْ صَامَہٗ وَقَامَہٗ إِیْمَانًا وَ احْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ أُمُّہٗ۔‘‘ (جامع الاصول، ج:۹،ص:۴۴۱، بروایت نسائی)

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور اس نے تمہارے لیے اس قیام کو سنت قرار دیا ہے۔ پس جس نے ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے اس کا صیام (روزہ) و قیام کیا، وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا، جیسا کہ جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔‘‘

دیکھیے! کتنی بڑی فضیلت ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جماعت کے ساتھ چند راتوں کے سوا ادا نہیں فرمایا۔ وہ چند راتیں کونسی تھیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت صلوٰۃ تراویح ادا فرمائی؟ سنئے! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے مہینے میں ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی، یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئیسویں رات میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے، پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب چار دن رہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں، عورتوں، اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز

نہیں پڑھائی۔ (ابوداؤد، ج:۱،ص:۱۹۵)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ کی رات میں تہائی رات تک ۲۵ ویں رات میں آدھی رات تک اور ۲۷ کی رات میں سحری تک نماز پڑھائی۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھائی، کیوں نہیں پڑھائی؟ اس کا جواب بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) تذکرہ آپس میں کیا۔ چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہوگئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی۔ صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوگئی، اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے، جب نماز ادا کرلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں تھا، لیکن میں ڈرا کہ کہیں (تمہارے اس شوق وذوق اور رغبت کو دیکھ کر اللہ کی طرف سے) تم پر یہ نماز فرض نہ ہوجائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہوجاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اس طرح رہا۔ (بخاری، ج:۱،ص:۲۶۹، مسلم، ج:۱،ص:۲۵۹)

اُمید ہے کہ اب بات سمجھ آگئی ہوگی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتوں کے بعد یہ نماز کیوں نہیں پڑھائی؟! پھر سنئے! اُمت پر شفقت اور ترس تھا کہ میری اُمت بڑی کمزور ہے، کہیں اللہ کی طرف سے فرضیت کا حکم نہ آجائے، بایں وجہ تین راتیں جماعت کرواکر جماعت کا ثبوت بھی امت کو عطا فرمادیا اور اس نماز کے اُمت پر فرض ہونے سے بھی امت کو بچادیا، فصلی اللّٰہ علیہ وسلم تسلیما کثیرًا کثیرًا أبدًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے رمضان میں......؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۲۹۴۔ بیہقی، ج:۲،ص:۴۹۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک رات رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چوبیس رکعت (۴ عشاء کے فرض اور ۲۰ تراویح) پڑھائیں اور تین رکعت وتر پڑھائے۔ (تاریخ جرجان للسہمی، ص:۲۷۰)

۱:......ہم نے یہ دو حدیثیں بیس رکعات کے ثبوت پر پیش کر دی ہیں۔ اس باب میں ہمارے لیے ''اصل'' اہلِ سنت والجماعت کے چار اُصول (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) میں سے تیسرا اصول ''اجماع'' ہے، جیسا کہ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ! آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جہاں تک حضرات غیر مقلدین کی بات ہے، وہ تو ان احادیث کو سرے سے ضعیف یا غیر صحیح کہہ بھی نہیں سکتے کہ ان کے اصول دو ہیں: قرآن وحدیث۔ نہ قرآن میں ان احادیث کو ضعیف کہا گیا، نہ ہی حدیث میں ان پر ضعف کا حکم لگایا گیا۔ کسی اُمتی کا قول ماننا ان کے ہاں شرک ہے۔

۲:......امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ''تلقی بالقبول'' سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے اور اس بات کو اپنے اور غیر سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کو اُمت کی اکثریت کے ہاں ''تلقی بالقبول'' کا درجہ حاصل ہے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جاری کردہ سنت کے بارے میں وصیت نبوی

آگے جانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جاری کردہ سنت کی حیثیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک سے معلوم کرلیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

''جو شخص تم میں سے میرے بعد جیتا رہا، وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا، پس میری سنت کو اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۳۰)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرات خلفاء راشدینؓ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) کی پیروی اور تابعداری لازمی اور ضروری ہے اور اس سے اعراض وانحراف اور اس کی مخالفت بدعت وگمراہی ہے، اس بات کو ذہن میں بٹھلا کر آگے چلتے ہیں۔ واللّٰہ المستعان

تراویح عہد صدیقی میں

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں تراویح کا باقاعدہ جماعت کے ساتھ اہتمام نہیں تھا، بلکہ لوگ تنہا یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں پڑھتے تھے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں کو مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کہنے والے نے کہا: یا رسول اللہ! ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے، حضرت اُبی بن کعبؓ (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: انہوں نے اچھا کیا، یا یہ فرمایا کہ: صحیح کیا، اور یہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی۔'' (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، ج:۴،ص:۳۹، بحوالہ حدیث اور اہل حدیث،ص:۶۳۵)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ایسا ہی معاملہ رہا۔ (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، حصہ دوم،ص:۲۷۲)

عہدِ فاروقی

۱:......حضرت عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروہوں میں متفرق ہیں، کوئی اکیلا نماز پڑھتا ہے اور کوئی ایسا تھا کہ ایک گروہ اس کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کردوں تو زیادہ بہتر ہوگا، پھر آپؓ نے ان کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر اکٹھا کردیا۔ (بخاری، ج:۱،ص:۲۶۹، مسلم، ج:۱،ص:۲۵۹)

۲:......حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۲۹۳)

۳:......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میں رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاؤں، پس بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ (کنز العمال، ج:۸،ص:۲۶۴)

۴:......حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کردیا، آپ رضی اللہ عنہ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱،ص:۴۰۰۔ جامع المسانید والسنن، ج:۱،ص:۵۵)

۵:......حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۳۹۳)

۶:...... حضرت یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ: لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان میں (۲۳) رکعات پڑھا کرتے تھے (یعنی ۲۰ تراویح اور ۳ وتر)۔ (مؤطا امام مالک، ج:۱،ص:۹۸۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج:۲،ص:۴۹۶)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ارشاد

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تراویح اور اس

سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، اس کے متعلق سوال کیا تو آپؒ نے فرمایا: تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے ۲۰ رکعات مقرر و متعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے، اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنت جاری کی اور لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا، پس انہوں نے تراویح کی جماعت کروائی، اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، عباسؓ، ابن عباسؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، معاذؓ، اُبیؓ اور دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب موجود تھے، مگر کسی نے بھی اس کو رد نہیں کیا، بلکہ سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت کی اور اس کا حکم دیا۔

(اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم، ص:۲۹۲، بحوالہ الاختیار لتعلیل المختار، ج:۱،ص:۶۸)

مندرجہ بالا روایات سے یہ باتیں سامنے آئیں:

۱:......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے تراویح میں ایک امام کے پیچھے لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ جمع کیا، کیونکہ اب تراویح کے فرض ہونے کا خدشہ ختم ہو گیا تھا۔

۲:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امام کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔

۳:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت تراویح کے ساتھ ۳ رکعت وتر بھی پڑھائے جاتے تھے۔

۴:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل اور امر پر کسی ایک بھی صحابیؓ کا انکار ثابت نہیں ہے۔

۵:...... امامت اُقرء الامۃ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کراتے تھے، ان سے بھی انکار ثابت نہیں۔ وہ بھی بیس رکعت ہی پڑھاتے رہے۔

۶:......کسی کا انکار نہ کرنا بمنزلہ اجماع کے ہو گیا، یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعت پر اجماع ہو گیا۔

عہدِ عثمانی

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رمضان کے اندر بیس رکعت تراویح کا اہتمام تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے اور ۱۰۰، ۱۰۰ آیات والی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں شدتِ قیام اور طولِ قیام کی وجہ سے لوگ اپنی لاٹھیوں کو سہارا بھی بنالیا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ، ج:۲،ص:۴۹۶)

گویا حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں، اگر بیس رکعت نہ

پڑھی جاتیں تو راوی اس کو ضرور نقل کرتے۔

عہدِ مرتضوی

۱:......حضرت عبدالرحمٰن السلمی فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان کے اندر قاریوں کو بلاتے، پھر ان میں سے ایک کو بیس رکعت تراویح کے لیے لوگوں کی امامت کا حکم فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ (خود) لوگوں کو وتر پڑھاتے تھے۔ (سنن کبریٰ، ج:۲،ص:۴۹۶)

۲:......حضرت ابوالحسناء فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔ (سنن کبریٰ، ج:۲،ص:۴۹۶ و مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۳۹۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت جابرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ (المغنی لابن قدامہ، ج:۲،ص:۱۶۸)

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل اور ان کے دور میں بیس رکعت تراویح کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں، اب جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ملاحظہ کریں:

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱:......حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ: میں نے لوگوں (صحابہؓ وتابعینؒ) کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے ہی پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۳۹۳)

۲:......حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان میں مدینہ منورہ میں بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

اَفقہ الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی، ص:۱۵۷)

۲۰ رکعات تراویح پر اجماعِ صحابہؓ

۱:......علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو ہوا فقہاء نے اجماع کی طرح شمار کیا۔ (ارشاد الساری لشرح البخاری، ج:۳،ص:۵۱۵)

۲:......مشہور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات

پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۳،ص:۱۹۴)

۳:......''فصار إجماعًا الخ '' کہ تراویح بیس رکعت ہونے پر اجماع ہوگیا۔ (شرح النقایہ، ج:۲،ص:۲۴۱)

مذاہبِ ائمہ اربعہؒ

اہل سنت والجماعت کے یہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) بھی اس بات پر متفق ہیں کہ تراویح ۲۰ رکعت سے کم نہیں ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ اس پر چند حوالہ جات اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کردوں، مگر مضمون کافی طویل ہوتا جارہا ہے، اس لیے صرف ایک حوالہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں: ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک سے بھی بیس رکعت تراویح سے کم کا قول منقول نہیں اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب تھا۔ (العرف الشذی، ص:۳۰۸، بحوالہ خزائن السنن، حصہ سوئم، ص:۳۴)

امام ترمذیؒ کا ارشاد

''وأكثر اهل العلم على ماروي عن علي وعمر وغيرهما من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان و ابن المبارك والشافعي وقال الشافعي: وهكذا أدركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة۔'' (سنن ترمذی، ج:۱،ص:۹۹)

''اکثر اہلِ علم بیس رکعت کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے ہی پایا ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ قدس سرہٗ کا فرمان

''قد ثبت أن أبي بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان ويوتر بثلٰث فرأى كثير من العلماء أن ذٰلك هو السنة لأنهٗ قام بين المهاجرين والأنصار ولم ينكره منكر۔'' (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج:۲۳،ص:۱۱۲)

''یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہؓ وتابعینؒ) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے، پس بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے، کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔''

دیکھئے! علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے انسان جن کا تشدد مشہور ہے، بیس رکعت کو ''بدعت'' نہیں

''سنت'' کہہ رہے ہیں۔

بیس رکعت تراویح کی حکمت

علامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید قدس سرہٗ نے بیس رکعت تراویح کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے تین حوالہ جات نقل فرمائے ہیں، اختصار کے پیشِ نظر ہم ان کا صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں:

۱:...... علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ: ''تراویح کے بیس رکعات ہونے میں حکمت یہ ہے کہ سنن، فرائض اور واجبات کی تکمیل کے لیے مشروع ہوئی ہیں اور فرائضِ پنجگانہ وتر سمیت بیس رکعات ہیں، لہٰذا تراویح بھی بیس رکعات ہوئیں، تاکہ ''مُکمَّل'' اور ''مُکمِّل'' کے درمیان مساوات ہوجائے۔'' (البحر الرائق، ج:۲،ص:۷۲)

۲:...... علامہ منصور بن یونس حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اور بیس تراویح میں حکمت یہ ہے کہ سنن مؤکدہ دس ہیں۔ (۲ صبح کی، ۴ قبل الظہر، ۲ بعد الظہر، ۲ بعد المغرب) پس رمضان میں ان کو دوچند کردیا گیا، کیونکہ وہ محنت وریاضت کا وقت ہے۔'' (کشف القناع عن متن الاقناع، ج:۱،ص:۳۹۲)

۳:...... حکیم الامت حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس امر کو ذکر کرتے ہوئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح کی بیس رکعتیں قرار دیں، اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں: ''اور یہ اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسنین کے لیے (صلوٰۃ اللیل) گیارہ رکعتیں پورے سال میں مشروع فرمائی ہیں، پس ان کا فیصلہ یہ ہوا کہ رمضان مبارک میں جب مسلمان تشبہ بالملکوت کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد رکھتا ہے تو اس کا حصہ سال بھر کی رکعتوں کے دوگنا سے کم نہیں ہونا چاہیے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ، ج:۲،ص:۸، بحوالہ اختلاف امت اور صراط مستقیم، ج:۲،ص:۲۹۴)

ناظرین باتمکین! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ سے لے کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانۂ مبارکہ اور سلفِ صالحین کے دور میں تراویح بیس رکعت ہی پڑھی پڑھائی جاتی تھیں اور کوئی ایک بھی نہ اس کا منکر رہا اور نہ اس کے بدعت ہونے کا کسی نے فتویٰ دیا، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور خلیفہ راشد خود روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ: ''جس نے بدعت ایجاد کی اس کا نہ فرض قبول ہے، نہ نفل۔'' (بخاری، ج:۲،ص:۱۰۸۴)

وہ بھی اور تمام انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم بیس رکعت کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اگر بیس رکعت تراویح بدعت ہوتی (جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا فتویٰ ہے) تو کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو معیارِ ایمان ہیں، وہ اس پر عمل کرتے؟! حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

تراویح کے آٹھ ہونے کا سب سے پہلا فتویٰ اور اس کا جواب

امام اہلِ سنت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''ہماری دانست کے مطابق خطۂ پنجاب میں سب سے پہلے جن صاحب نے تراویح کے آٹھ ہونے کا فتویٰ دیا ہے، وہ مولوی مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی گورداسپوری ہیں۔

پھر آگے فرماتے ہیں: ''جو اس علاقہ کے غیر مقلدین حضرات کے روحِ رواں تصور ہوتے تھے۔ ان کے فتوے کا جواب اگر کوئی حنفی یا مقلد عالم دیتا تو باوجود معقول اور درست ہونے کے کہنے والے اس کو تعصب کی پیداوار کہہ کر دیتے، لیکن پروردگار نے یہ کام ایک اہل حدیث اور غیر مقلد عالم سے لیا، یعنی حضرت مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔'' (رسالہ تراویح، ص:۸)

چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے جواب میں مولانا غلام رسول صاحب نے ایک رسالہ لکھا: ''رسالۂ تراویح'' اور اس میں بٹالوی صاحب کے آٹھ رکعت تراویح والے فتوے کا علمی اور تحقیقی طور پر خوب رد کیا اور اس بے بنیاد فتوے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور بٹالوی صاحب کو 'غالی' کا لقب دیا۔

عجیب بات: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل تو بدعت نظر آ گیا، مگر بارہ سو سال بعد والے مولوی کا فتویٰ عین سنت۔ ایں چہ بوالعجبی است

آٹھ رکعت کے قائلین کی دلیل اور اس کے جوابات

''عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ رَمَضَانَ ؟ فَقَالَتْ: مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَافِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: يَاعَائِشَةُ ! إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَايَنَامُ قَلْبِيْ۔''

''حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اللہ کے رسول رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے، پس ان کی خوبی اور لمبائی کے بارے میں مت پوچھ (کہ وہ کتنی لمبی اور خوب ہوا کرتی تھیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے

عرض کیا کہ: آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل نہیں سوتا۔'' (بخاری، ج:۱،ص:۱۵۴۔ مسلم، ج:۱،ص:۲۵۴)

غیر مقلدین حضرات مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ تراویح آٹھ ہیں:

الجواب: حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''خود غیر مقلدین کا بھی اس حدیث پر عمل نہیں۔ یہاں غیر رمضان کا لفظ ہے، وہ غیر مقلدین غیر رمضان (رمضان کے علاوہ) میں تراویح نہیں پڑھتے۔ یہاں چار چار رکعت کا ذکر ہے، وہ دودو پڑھتے ہیں۔ یہاں گھر میں نماز کا ذکر ہے، وہ مسجد میں پڑھتے ہیں۔ یہاں تین وتر کا ذکر ہے، وہ ایک پڑھتے ہیں۔ یہاں بلا جماعت نماز کا ذکر ہے، وہ باجماعت پڑھتے ہیں۔ یہاں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے، وہ وتر سے پہلے نہیں سوتے۔'' (تجلیاتِ صفدر، ج:۳،ص:۳۳۳)

دراصل اس حدیث کا تعلق تہجد سے ہے، لیکن ان حضرات نے اس کو تراویح پر بھی فٹ کردیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے والی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، جن کی وفات ۵۷ ھ میں ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت ۱۵ ھ میں شروع کرائی، بقول حضرت مولانا اوکاڑویؒ:

''پورے بیالیس سال اماں جانؓ کے حجرہ کے ساتھ متصل مسجدِ نبوی میں ۲۰ رکعت تراویح کی بدعت جاری رہی، اماں جان خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت فرماتی ہیں کہ: جس نے اس دین میں بدعت جاری کی وہ مردود ہے۔ (بخاری، مسلم) مگر یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اماں جانؓ نے بیالیس سال میں ایک دفعہ بھی اس تہجد والی حدیث کو بیس تراویح والوں کے خلاف پیش فرمایا ہو۔ اب دو ہی راستے ہیں: یا تو یہ مان لیا جائے کہ اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں، اماں جان یہی سمجھتی تھیں، یا یہ مان لیا جائے کہ اس حدیث کو بیس تراویح کے خلاف ہی سمجھتی تھیں، لیکن ان کے دل میں سنت کی محبت اور بدعت سے نفرت اتنی بھی نہ تھی جتنی آج کل کے ان پڑھ غیر مقلدین میں ہے۔ یہ تو رافضی ہی کی سوچ ہوسکتی ہے۔'' (تجلیاتِ صفدر، ج:۳،ص:۲۷۲،۲۷۳)

اور بھی کئی جوابات دیئے گئے ہیں، باذوق حضرات ان کو خزائن السنن، ج:۱، حصہ سوم، درسِ ترمذی، ج:۲، تجلیاتِ صفدر، ج:۳، حدیث اور اہل حدیث، مجموعہ مقالات، نماز مسنون وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک نظر اِدھر بھی

سعودی عرب کے نامور عالم مسجدِ نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۹۹ء) نے نمازِ تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک مستقل کتاب (التراويح أكثر من ألف عامٍ في المسجد النبوي) لکھی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: مسجدِ نبوی میں نمازِ تراویح ہو رہی ہوتی ہے تو بعض لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر ہی رک جاتے ہیں، ان کا یہ گمان ہے کہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا بہتر ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہے، اس طرح یہ لوگ مسجدِ نبوی میں بقیہ تراویح کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی اس محرومی کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے، لہٰذا میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں، تاکہ ان لوگوں کے شکوک وشبہات ختم ہوں اور ان کو بیس رکعت تراویح پڑھنے کی توفیق ہو جائے۔ اس کتاب میں ۱۴۰۰ سالہ تاریخ پر مدلل بحث کرنے کے بعد شیخ عطیہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ''اس تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اپنے قُراء سے اولاً تو یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی ایک موقع پر بھی یہ ثابت ہے کہ مسجدِ نبوی میں مستقل آٹھ رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ پورے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا اس سے زائد ہی پڑھی جاتی تھیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کسی صحابیؓ یا ماضی کے کسی ایک عالم نے بھی یہ فتویٰ دیا کہ ۸ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اس فتوے کی بنیاد بنایا ہو؟ ۔'' (ماہنامہ دار العلوم دیوبند، ص: ۴۸، بابت ماہ جولائی اگست، ۲۰۱۳ء)

خلاصۂ بحث

تیرہ صدیوں تک سلفِ صالحین میں سے کوئی ایک بھی ۸ رکعت تراویح کا قائل نہیں تھا اور نہ کسی نے پڑھی اور نہ ہی بیس رکعت پر کسی نے نکیر فرمائی۔ تیرہویں صدی ۱۲۸۴ء میں ایک غیر مقلد عالم نے ۸ رکعت کا فتویٰ جاری کیا، اس وقت سے آج تک کہیں بھی چاہے حرمین شریفین ہوں یا کوئی اور جگہ غیر مقلدین کے سوا کوئی بھی آٹھ کا قائل نہیں ہے۔ حرمین شریفین میں شروع سے آج تک ۲۰ رکعت تراویح ہی پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، والحمد للہ علی ذلک۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ....